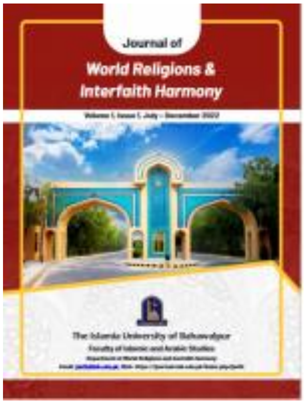

Journal of World Religions and Interfaith

ISSN Print: 2958-9932

ISSN Online: 2958-9940

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/118

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/1736

DOI: https://doi.org/10.52461/jwrih.v2i1.1736

Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title An Analytical Study of the Economic Condition of Jews in Fatimid Egypt

Author (s): Syed Muhammad Adnan
Teacher Noble Superior Secondary School, Shaher Sultan, Jatoi, Muzaffargarh, Pakistan

Received on: 16 December, 2022
Accepted on: 10 February, 2023
Published on: 20 February, 2023
Citation: Adnan, Syed Muhammad, "An Analytical Study of the Economic Condition of Jews in Fatimid Egypt," *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 2 no. 1 (2023): 1-13.
Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

JWRIH

Google Scholar

ACADEMIA

اشاریہ اردو جرائد

Crossref

ASIAN Research Index

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

فاطمی مصر میں یہودیوں کی معاشی حالت کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Economic Condition of Jews in Fatimid Egypt

Syed Muhammad Adnan
Teacher Noble Superior Secondary School, Shaher Sultan, Jatoi, Muzaffargarh, Pakistan
Email: chandbukhari4@gmail.com

Abstract

This study examines the economic conditions of Jews in Fatimid Egypt from the 10th to 12th centuries CE. Through an analysis of primary sources, the study provides a nuanced understanding of the economic and social factors that affected the Jewish community during this period. The study argues that while Jews in Fatimid Egypt enjoyed certain economic privileges such as their involvement in international trade networks and their exemption from some taxes, they also faced some social and political restrictions, including forced conversion and discriminatory laws in the era of some Fatimid rulers. Despite these challenges, the Jewish community in Fatimid Egypt demonstrated resilience and adaptability, developing a range of economic strategies to maintain their livelihoods and build social networks. These strategies included investment in trade and finance, engagement with the wider Muslim society, and the development of communal institutions. The study highlights the complexity of Jewish economic life in medieval Egypt, challenging simplistic assumptions about the economic conditions of minority groups in pre-modern societies.

Keywords: Fatimid Egypt, Muslim, Jews, minorities, Economic Conditions.

تعارف

بنو فاطمیہ کی حکومت سب سے پہلے مغرب ادنی میں قائم ہوئی اور اس کی بنیاد عبید اللہ المہدی نے 296 ہجری میں ڈالی۔ اس کے بعد ان کی حکومت مصر اور دوسرے علاقوں جو بنو عباس کے زیر اثر تھے پر پھیلتی چلی گئی۔ ان کی حکومت کو فاطمیہ اور عبیدیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فاطمیہ کے نام سے اس وجہ سے مشہور ہوئے کیونکہ یہ حضرت محمد ﷺ کی بیٹی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے تھے۔ دوسرا عبیدیہ ان کو اس حکومت کے بانی عبید اللہ المہدی کے نام سے کہا جاتا ہے۔ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (1505ء-1445ء) نے اپنی کتاب "تاریخ الخلفاء" میں ان کو "دولت خبیثیہ عبیدیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے اور کہا ہے ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (1348ء-1274ء) کے نزدیک عبیدیہ کے چودہ بادشاہ گزرے جو بزور طاقت خلیفہ بنے یعنی کسی نے از خود ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔[1] دولت فاطمیہ کا ظہور سب سے پہلے شمالی افریقہ میں ہوا جس کی باگ ڈور ابو عبد اللہ شیعی نامی شخص جو عبید اللہ المہدی کا دائی تھا کے ہاتھ میں ہوئی تھی جو 280 ہجری میں یمن کے بربروں کے ایک بہت بڑے قبیلے جس کا نام "کتامہ" تھا کو اہل بیت سے عقیدت و محبت رکھنے کی دعوت دے کر اپنا حامی بنا لیا اور ان کو اپنی خفیہ تحریکوں جو اس نے بنو عباس کے خلاف جاری رکھی ہوئی تھیں میں شامل کر لیا۔ ان لوگوں کے شامل ہونے سے ان تحریکوں نے زور پکڑ لیا اور اسی مناسبت سے اس نے اپنے داعی عبید اللہ المہدی کو وہاں بلا لیا۔ جب بنو عباس کا دور خلافت اپنے عروج پر تھا تو اس وقت مصر میں فاطمیوں کی حکومت بغیر کسی جنگ و جدل کے وجود میں آئی اور اس طرح فاطمیوں کا غلبہ اور اس کی ابتداء دراصل بنا کسی جنگی محاذ آرائی اور قتل و غارت کے بتدریج مقبولیت اور مختلف علاقوں کے غلبے سے وجود میں آئی۔

افریقہ میں حکومت کا قیام

فاطمی حکومت کی سیاسی تاریخ یہ ہے کہ شمالی افریقہ میں ایک شیعی خاندان اس نے قبل اس کے کہ اسماعیلی داعی اپنا عقیدہ پھیلاتے انہوں نے اپنی حکومت قائم کر لی اور اس علاقے میں ان کی دعوت کے نتیجے میں پھیلنے کا سبب یہ ہوا کہ بغداد کی مرکزی حکومت سے یہ بہت دور تھا اور اس علاقے کے بربر عباسی گورنروں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اسی اثنا میں عبیدیوں کا ستارہ چمکا اور ان کی دعوت رنگ لانے لگی اور اس رنگ کو ابو عبد اللہ شیعی اور اس کے بھائی ابو العباس نے دگنا کر دیا اور انہیں

---

[1] ۔ جلال الدین سیوطی، **تاریخ الخلفاء** (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2006ء)، 924-925۔

اہل بیت کی محبت کے جذبے سے سر شار کر دیا۔ جب عبید اللہ المہدی آیا تو اس نے افریقہ میں خلافت فاطمیہ قائم کی پھر قیروان جو تیونس کا شہر ہے کو اپنا پایہء تخت بنایا۔ اس کے آتے ہی دعوت فاطمی جنگل کی آگ کی طرح پھیلنے لگی اور مغرب پر شیعوں کی بالا دستی قائم ہو گئی۔ المہدی نے 308 ہجری بمطابق 920ء میں اپنا دارالحکومت "مہدیہ" کو بنالیا۔[2]

عبید اللہ المہدی کو شروع سے احساس تھا کہ مصر پر قبضہ کیے بغیر گزارا نہیں ہو گا۔ چنانچہ فتح مصر کے لیے اس نے بری اور بحری حملے اپنے ولی عہد ابو القاسم کی سر کردگی میں شروع کر دیئے اور قریب تھا کہ مصر کے دارالحکومت پر قبضہ کر لے، کیونکہ اس کا بحری بیڑا شہر تک پہنچ گیا تھا لیکن عباسی خلیفہ مقتدر (932ء-895ء) کے خادم خاص مونس ملقب بہ المظفر نے اسے پیچھے دھکیل دیا، کیونکہ مصر میں حملے رد کرنے کی ابھی قوت باقی تھی۔ اس کے بعد فاطمی مغرب میں خارجیوں کی شورش رفع دفع کرنے میں مصروف ہو گئے اور مصر کی طرف متوجہ نہ ہو سکے۔

مصر میں حکومت کا قیام

جب شمالی افریقہ میں فاطمی حکومت پورے طور پر مستحکم ہو گئی تو فاطمی خلیفہ المعز لدین اللہ نے فتح مصر کا اٹل فیصلہ کر لیا۔ اسماعیلی داعی خفیہ خفیہ اپنا کام کر رہے تھے اس لیے فتح کا مرحلہ اور آسان ہو گیا، یہ وہ وقت تھا جب دولت عباسیہ کمزور ہو چکی تھی۔ اندلس میں امویوں کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اخشیدیوں کا مصر میں اور فاطمیوں کا مغرب میں اس طرح اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں آزاد اور خود مختار حکومت کی حیثیت سے قائم ہو چکی تھیں۔

المعز لدین اللہ مصر کی جغرافیائی اور حربی اہمیت سے واقف تھا۔ اس نے کافور کے مرتے ہی ایک بہت بڑی فوج زیادہ سے زیادہ سازوسامان کے ساتھ فتح مصر کے لیے روانہ کر دی جس کا سالار اس کا رومی غلام جوہر صقلی تھا۔ اس نے اخشیدیوں کے ہاتھ سے مصر کی حکومت چھین لی اور پھر جوہر صقلی نے خلیفہ المعز لدین اللہ کو فتح مصر کی خوش خبری بھیجی۔ المعز لدین اللہ جب قصر خلافت میں آیا تو سجدے میں گر پڑا۔ دو رکعت نماز پڑھی جو لوگ اس کے ساتھ تھے انہوں نے بھی نماز میں شرکت کی اور اس طرح مصر فاطمیوں کا دارالخلافہ بن گیا، جس کی حیثیت اب تک صرف دارالامارۃ ہی کی تھی۔

اب عالم اسلام میں بیک وقت تین خلافتیں قائم تھیں:

1۔ مصر میں خلافت بنی فاطمیہ

[2] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ** (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 2004ء)، 14-15۔

2۔ اندلس میں خلافت امویہ

3۔ بغداد میں خلافت عباسیہ[3]

فاطمی خاندان نے ڈھائی سو سے پونے تین سو سال مصر اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں پر حکومت کی۔ فاطمی حکومت عبید اللہ المہدی سے شروع ہو کر آخری چودھویں خلیفہ العاضد لدین اللہ کی وفات پر 567 ہجری میں اختتام پذیر ہو گئی۔ جس کی وضاحت درج ذیل ہے:

فاطمی خلافت کی بنیاد عبید اللہ المہدی نے 296 ہجری میں رکھی اور خود 322 ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا القائم بامر اللہ جانشین ہوا اور 333 ہجری میں مر گیا۔ اس کے قائم مقام اس کا بیٹا المنصور اسمعیل تخت نشین ہوا جو 341 ہجری میں مر گیا پھر اس کا بیٹا المعز لدین اللہ بادشاہ ہوا، جو 362 ہجری میں مصر کے شہر قاہرہ میں داخل ہوا اور 365 ہجری میں مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا العزیز جانشین ہوا اور وہ بھی 386 ہجری میں وفات پا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الحاکم بامر اللہ منصور تخت نشین ہوا، جو 411 ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کا لڑکا الظاہر لاعزاز دین اللہ علی سلطنت پر قائم ہوا جو 428 ہجری میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المستنصر تخت پر قابض ہوا جو 487 ہجری میں فوت ہو گیا۔ اس نے ساٹھ سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا المستعلی باللہ احمد قائم ہوا، جو 495 ہجری میں مر گیا۔ اس کے بعد پھر اس کا بیٹا الآمر با حکام اللہ منصور بعمر پانچ سال بادشاہ ہوا اور 524 ہجری میں بغیر کوئی اولاد چھوڑے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا چچازاد بھائی الحافظ لدین اللہ عبد المجید بن محمد بن المستنصر قائم ہوا جو 544 ہجری میں مر گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا الظافر باللہ اسماعیل قائم ہوا جو 549 ہجری میں قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا الفائز بنصر اللہ عیسیٰ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی 555 ہجری میں مر گیا۔ سلطنت پر اب آخری خلیفہ العاضد لدین اللہ عبد اللہ بن یوسف بن الحافظ لدین اللہ متمکن ہوا۔ پھر 567 ہجری میں علیحدہ ہوا اور اسی سال مر گیا۔ مصر میں فاطمی حکومت کا خاتمہ ہوا اور دوبارہ عباسی حکومت شروع ہو گئی۔[4]

فاطمیوں کے مذہبی عقائد

---

[3] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 16.

[4] ۔ جلال الدین سیوطی، **تاریخ الخلفاء**، 924-925.

فاطمی، شیعوں کے اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ فاطمی سلطنت دراصل اسماعیلی شیعہ سلطنت تھی جنہوں نے عباسی خلافت کے زیر اثر علاقوں میں سے اپنا وجود نکالا۔[5] اسماعیلی فرقہ ایک خفیہ جماعت سے عبارت ہے جس کی سرداری جس شخص کے ہاتھ میں ہوتی ہے اسے "امام" کہتے ہیں اور "صاحب الزمان" بھی اس کا نام ہے۔ اسے اپنے ارکان جماعت کی جان و مال پر پورا تسلط اور اقتدار حاصل ہوتا ہے۔ اس جماعت کے اسرار و رموز انہی لوگوں پر منکشف کیے جاتے ہیں، جو مختلف مراحل، تربیت اور آزمائش کے طے کر لیتے ہیں۔ ان سے سخت قسم لی جاتی ہے کہ اپنے مذہب کے اسرار دوسروں پر فاش نہیں کریں گے، نہ کسی کو اپنی جمعیت کے راز بتائیں گے۔ قسم ان لوگوں سے لی جاتی ہے جو تین مرحلے کامیابی کے ساتھ ختم کر کے مرتبہ رابعہ پر فائز ہو چکے ہوتے اور اسماعیلی مذہب کے عام لوگ اپنے اعلیٰ درجے پر فائز لوگوں کے اخلاص اور صدق ایمان پر بھروسہ کرتے اور ان کے نزدیک صرف وہی لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ آنکھ بند کر کے ان کی اطاعت کرتے۔

اسماعیلی فرقے میں علم اور تہذیب و تربیت کے لحاظ سے کئی درجے ہوتے لیکن نویں درجے کا طبقہ سب سے اعلیٰ اور خاص اہمیت کا حامل ہوتا اور اس درجے پر ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف گنتی کے چند مخصوص لوگ ہی پہنچ سکتے تھے۔ خود دعاۃ تک درجہ خامسہ سے آگے نہیں بڑھ پاتے یہ وہ درجہ ہے جس پر پہنچنے کے بعد داعی بعض اسرار جمعیت سے واقف ہو جاتا۔

اسماعیلی جماعت کے جو لوگ درجہ رابعہ تک نہیں پہنچ پاتے انہیں صرف دینی اور ادبی مبادیات[6] کا علم ہوتا۔ سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تعلیمات کا انکشاف ان پر اس وقت تک نہیں کیا جاتا جب تک وہ درجہ رابعہ میں داخل نہ ہو جائیں۔ اس طرح اسماعیلیوں نے اپنے اتباع اور پیروؤں کے مختلف مراتب اور مدارج قائم کر لیے۔ عام لوگوں کی رسائی تو صرف ان کی عقل و فہم کے مطابق مبادی اور اصول عامہ تک ہوتی تھی۔ مراتب عالیہ پر فائز ہونے والوں کے لیے خاص اسرار و رموز کا انکشاف کیا جاتا۔

اسماعیلی فرقے نے عباسیوں کی خلافت کو ختم کرنے کے لیے یہ کہنا شروع کر دیا کہ جو امام منتظر جو علوی ہے، قیروان میں موجود ہے اور اب لوگوں پر خلفائے بنی عباس کی اطاعت واجب نہیں رہی۔ اور امام کے پاس تمام مسائل کا حل موجود ہے اور یہ لوگوں میں عدل کو عام کر دے گا۔ ان میں سے بعض نے اپنے امام کے بارے میں فرط جذبات سے اس درجہ غلو کیا کہ

---

[5] ۔ خالد سیف اللہ رحمانی، **آسان علم کلام** (سہارنپور (یوپی): کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، 2020ء)، 49۔

[6] ۔ مبادیات: شروع کی وہ باتیں جو کسی فن کو پڑھنے سے پہلے سیکھی جاتی ہے اور جن کی معلومات کے بغیر وہ علم مکمل نہیں ہوتا، ابتدائی امور، بنیادی باتیں۔

یہاں تک کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے امام علی کے جسم میں اور ان کے بعد ان کی اولاد کے جسم میں حلول کر لیا ہے۔ فاطمیوں نے اپنی دعوت میں بہت سے انوکھے اور انتہائی حیران کن دعوے شامل کیے کہ یہ دعوت جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی اور جس کی لپیٹ میں شمالی افریقہ، صقلیہ (سسلی)، مصر، شام، اور سواحل بحیرۃ احمر تک کے علاقے آگئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ بسا سیری نے خلیفہ عباسی قائم (1075ء۔1031ء) کا نام بغداد میں خطبہ سے نکال دیا۔ اور فاطمی خلیفہ مستنصر کا نام داخل کر دیا اور یہاں تک بھی نہ رکے کہ اذان میں بھی "حی علی خیر العمل" کا اضافہ کر دیا[7]۔

یہودیت کا تعارف

فاطمیوں کے زیر اثر مختلف اقلیتیں قیام پذیر تھیں جن میں یہودی بھی ایک اقلیت تھے جو بنی اسرائیل کے نام سے بھی موسوم کیے جاتے ہیں۔ "یہودی" عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "یہودا کے قبیلہ سے" کے ہیں۔ یہودیت کا شمار دنیا کے قدیم ترین مذاہب میں ہوتا ہے جس کی تاریخ تقریباً 1500 سے 2000 سال قبل مسیح بیان کی جاتی ہے۔[8] "بنی اسرائیل سب سے زیادہ اس لیے کہ اول اول ان کا خاندان دنیا کے تمام خاندانوں سے بزرگ شریف تھا۔ تقریباً ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جو اس قوم کے صاحب الشریعت پیغمبر تھے"۔[9] بہت انبیاء اور رسول اس قوم پر مبعوث ہوئے اسی وجہ سے ان میں عصبیت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ان کو دولت وسلطنت بھی عطا کی۔ لیکن ایک مدت دراز کے بعد ان کو ان کے مراتب عالیہ سے محروم ہونا پڑا۔ ذلت وخواری ان کے حصہ میں آئی۔ مجبوراً جلا وطنی اختیار کی۔ ہزاروں برس کی غلامی اور محکومی ان کا مقدر رہی ہے۔ لیکن خیال شرافت ان میں بھی باقی ہے کوئی ہارونی کہلاتا ہے کوئی آل یوشع، کوئی کالب کی فرزندی پر نازاں ہے تو کوئی یہودا کے انتساب سے فخر ومباہات کرتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہودیوں کی تاریخ بہت پرانی ہے اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے بہت نوازا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ یہ قوم فخر میں آگئی جہاں سے ان کا زوال شروع ہوا۔ اس قوم کے لیے آسمان سے کھانے بھی نازل ہوئے لیکن اپنی عصبیت میں اتنا آگے بڑھ گئے کہ ناشکری پر اتر آئے۔

---

[7] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 8.

[8] ۔ زوہیب احمد، **مطالعہ یہودیت** (ساہیوال: فروغ زبان پبلشرز، 2021ء)، 3.

[9] ۔ عبدالرحمن ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون** (کراچی: دارالاشاعت، 2009ء)، 1 : 174 ۔

یہودی قوم مسلمانوں کے زیر اثر

"یہودی مذہب عرب میں پینتسویں صدی دینوی بمطابق پانچویں قبل مسیح ہنگامہ بخت نصر میں آیا چند دنوں کے بعد یہودیوں کو اطمینان حاصل ہو گیا تو انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانا شروع کیا حتیٰ کہ رفتہ رفتہ 365 دینوی بمطابق 354 قبل مسیح میں ذوالنواس حمیری بادشاہ یمن یہودی بن گیا اور اس سے عرب میں یہودیت کو بہت ترقی ہوئی۔"[10]

درج بالا سطور سے واضح ہوتا ہے کہ یہودی رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سے کئی سو سال قبل عرب کے خطے میں آچکے تھے اور کافی استحکام حاصل کر لیا تھا اور ان کے مذہب کو بھی عرب میں مقبولیت حاصل ہو چکی تھی حتی کہ یمن کا بادشاہ بھی یہودی مذہب اختیار کر چکا تھا اس سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ عرب کا خطہ یہودیوں کو راس آگیا ہو گا اور انہوں نے عرب میں اپنے قدم جما لیے ہوں گے اور معاشی لحاظ سے استحکام حاصل کر لیا ہو گا۔ عرب کے خطے میں مستقل سکونت اختیار کرنے کا مطلب یہی ہے وہ یہاں معاشی طور پر بہتر ہو گئے ہوں گے۔

عہد نبوی میں یہودی

رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت میں مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کے تین بڑے قبائل آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ جو کہ یہودیوں کے بڑے قبائل مانے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے کے بعد ان قبائل سے معاہدات ہوئے جن میں سے ایک "معاہدہ مدینہ" بھی ہے۔ لیکن ان قبائل نے معاہدات کا پاس نہیں رکھا اور یکے بعد دیگرے معاہدات توڑتے چلے گئے جس کے بعد ان کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور وہ شکست فاش ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو مدینہ سے جلا وطن کر دیا اور وہ خیبر اور اس کے گرد نواح میں جا بسے لیکن بعد ازاں جب خیبر بھی فتح ہو اتو آپ ﷺ نے جزیہ کی شرط پر ان کو وہاں رہنے کی اجازت دے دی۔

خلافت راشدہ کے دور میں یہودی

عہد نبوی سے لے کر عہد فاروقی تک یہودی جزیہ کی شرط پر قائم رہے لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا ی‌بقی دی‌نان بارض العرب"

---

[10] ۔ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**، 3 : 44 ۔

"عرب کی سرزمین میں دو دین ایک ساتھ نہیں رہ سکتے"[11]

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ یہود کو جزیرہ عرب سے نکال دیا جائے ان کی جلاوطنی کے بعد مسلمانوں نے ان کے کھیتوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضرت جابر بن صخر اور زید بن ثابت نے ان کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ لیکن عہد نبوی اور اس کے بعد خلفاء راشدین کے ادوار میں یہودیوں کی معاشی حالت بہت بہتر رہی ہے جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ یہودیوں کے پاس باغات اور کافی املاک تھیں اور ان کو مذہبی آزادی بھی حاصل رہی ہے لیکن وہ اپنے عصبیتی مزاج کی وجہ سے ہمیشہ دربدر ہوتے رہے ہیں۔

بنو امیہ کے دور میں یہودی

"عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ علیہ نے عبد الرحمن بن نعیم کو لکھا کہ کسی ایسے گرجا، یہودیوں کی خانقاہ یا آتش خانہ کو منہدم نہ کرنا جس کے قائم رکھے جانے کا عہد نامہ صلح میں وعدہ کیا گیا ہو۔"[12] بنو امیہ کے دور میں یہودیوں کو مذہبی اور معاشی آزادی رہی ہے۔ ان کو اقلیتوں کے تمام حقوق حاصل رہے ہیں۔

بنو عباس کے دور میں یہودی

بنو عباس کے دور میں چند عباسی خلفاء نے یہودیوں پر سختیاں کی، جن میں سے ان کو زبردستی خاص لباس پہنایا گیا اور ان کی ٹوپیوں کا رنگ مسلمانوں کی ٹوپیوں کے رنگ سے جدا رکھنے کا کہا گیا جس سے وہ الگ نظر آئیں اور ان کی آسانی سے پہچان ہو سکے کہ یہ اقلیت ہیں۔[13] یہودیوں کو ذمیوں کے پورے پورے حقوق نہ مل سکے اور ان پر مذہبی پابندیاں بھی عائد کی گئیں۔ اس دور کے چند ایک حکمرانوں نے اس طرح کا کام کیا۔ لیکن پھر بھی اس طرح کے واقعات تاریخ میں بہت کم نظر آتے ہیں۔

بنو فاطمیہ کے دور میں یہودی

بنو فاطمیہ کے زیر اثر مختلف اقلیتیں قیام پذیر تھیں جن میں سے یہودی بھی ایک اقلیت تھے۔ جو بنو فاطمیہ کے آغاز سے اختتام تک ان کے زیر اثر رہے ہیں۔ اس دور میں یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا گیا اور ان کو عہدوں اور مال و

---

[11] ۔ابن خلدون، **تاریخ ابن خلدون**،3 : 99 ۔

[12] ۔ابی جعفر محمد بن جریر الطبری، **تاریخ طبری** (کراچی: نفیس اکیڈمی،2004ء)،5 : 45۔

[13] ۔ابن جریر الطبری، **تاریخ طبری**،7 : 31۔

دولت سے بھی نوازا گیا۔ ان کو مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ معاشی آزادی بھی تھی۔ وہ اپنی آزادانہ تجارت کر سکتے تھے اور زمینیں بھی خرید کر سکتے تھے کسی اسلامی حکومت میں یہودیوں کو اس قدر نہیں نوازا گیا جس قدر فاطمی دور میں نوازا گیا۔

ان سب مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی مسلمانوں کے زیر اثر بہت زیادہ عرصے تک رہتے آئے ہیں اور ان کو بہت زیادہ حد تک معاشی استحکام حاصل رہا اس کے علاوہ وہ مذہبی آزادی کے ساتھ رہے لیکن کچھ ادوار میں ان پر پابندیاں لگیں لیکن وہ وقتی طور پر تھیں۔ یہودی ہمیشہ اپنی سازشوں کی وجہ سے دربدر ہوتے رہے ہیں اور ان کی مسلمانوں سے جنگیں بھی ہوئیں۔

فاطمی دور میں یہودیوں کے معاشی حالات

جب فاطمیوں نے مصر فتح کیا اور اس پر اپنی خلافت قائم کی تو اس وقت وہ تعداد میں بہت کم تھے کیونکہ ان کے مقابلے میں اہل سنت کی صورت میں ان کے مسلمان بھائیوں کا ایک بڑا فرقہ وہاں موجود تھا۔ جس وجہ سے فاطمیوں کا ان علاقوں پر اپنی خلافت قائم رکھنا بہت ہی مشکل تھا اور ان کو وہاں پر سب سے زیادہ اپنے مسلمان بھائیوں سے خطرہ لاحق تھا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے انہوں نے حکمت عملی یہ اختیار کی کہ غیر مسلموں کو بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز کر دیا جائے اور ان کو بنیادی شہری حقوق بشمول مذہبی آزادی بھی دی جائے اور اسی وجہ سے اس دور میں یہودیوں کو زیادہ نوازہ گیا۔

"تقریباً1200 سے 20000 کے لگ بھگ یہودی اس وقت مصر میں مقیم تھے۔"[14] اور یوں فاطمی مصر میں اپنی خلافت قائم کرنے میں کامیاب رہے۔ فاطمیوں نے اپنی خلافت کے استحکام کے لیے یہودیوں کی ہر طرح سے مدد کی جس طرح سے بھی ممکن ہو سکا جس میں ان کے جزیہ میں کمی کی گئی، بنیادی شہری حقوق اور مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ ان کو معاشی امدادیں بھی مہیا کی گئیں۔

فاطمی دور خلافت میں یہودیوں کی معاشی حالت بہت بہتر رہی ہے اور ان کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا گیا جس وجہ سے ان کی معاشی اور مذہبی حالت بہت مضبوط اور مستحکم ہوئی۔ فاطمی دور میں یہودی وزیروں نے خوب دولت جمع کی اور مصر کی بہتر زمینیں بھی خریدیں۔ "ان دراز دستیوں سے متاثر ہو کر کبھی کبھی بعض فاطمی خلفاء نے اہل ذمہ پر سختیاں بھی کیں جو رائے عامہ کے دباؤ اور ذاتی مشاہدات کا نتیجہ تھیں۔"[15] لیکن یہ سختیاں چند ایک خلفاء نے کیں اس کے برعکس باقی ادوار میں ان کو مذہبی

---

[14] ۔ زوہیب احمد، **مطالعہ یہودیت**، 77۔

[15] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 356۔

اور معاشی آزادی حاصل تھی۔ جس وجہ سے انہوں نے معیشت میں اپنے قدم مضبوط کیے اور انہیں آزادیوں کا بے جا فائدہ اٹھایا ۔ فاطمی خلفاء نے اپنے مسلمان بھائیوں کی بہ نسبت غیر مسلم خاص طور پر یہودیوں کو بڑے بڑے عہدوں اور سرکاری مملکت میں جگہ دی اور ان کو وزارت اعلیٰ کے مناصب پر فائز کیا۔

اس دور میں یہودیوں پر کشور کشائی کی گئی اور ان کو ہر لحاظ سے نوازا گیا تو انہوں نے بھی اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کوئی کمی نہ چھوڑی جیسا کہ "تاریخ دولت فاطمیہ" میں ہے:

"فاطمی خلفاء نے اہل ذمہ (یہودی) کو وزارت کے منصب عطا کیے لیکن انہوں نے ناجائز فائدہ اٹھانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ رعایا کی غیر معمولی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی لیکن یہ غیر مسلم وزیر اپنے ابنائے ملت کو مسلمانوں پر ترجیح دے کر ان کو سرکاری عہدوں پر فائز کر دیتے تھے۔"[16] فاطمی دور میں یہودیوں نے زبر دست معاشی استحکام حاصل کیا۔ فاطمیوں کی یہودیوں پر ان کرم نوازیوں اور عہد بخشیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ابو سعید نستری نامی یہودی نے اپنے یہودیوں کو اتنا نوازا اور اس کے بر عکس مسلمانوں کو اتنا پامال کیا کہ ایک کے بعد دوسرے مسلمانوں میں خوف و حراص بڑھنے لگا اور ان کی پامالی پر ایک شاعر جل کر کہہ اٹھا:

"اس زمانے کے یہودیوں نے اپنی تمنائیں حاصل کر لی ہیں۔ ان کے پاس عزت ہے، دولت ہے،
وزارت ہے۔ اے اہل مصر! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، یہودی بن جاؤ"

ان اشعار سے واضح ہو رہا ہے کہ فاطمی دور میں یہودیوں کو اپنی تمنائیں اور خواہشات حاصل ہوئیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کو عزت و شہرت اور دولت و وزارت سے نوازا گیا۔ ان کو اس حد تک نوازا گیا کہ اگر اس دور کا پچھلے تمام مسلم ادوار سے موازنہ کیا جائے تو باقی ادوار کی بہ نسبت فاطمی دور میں یہودیوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے اور ان کو مسلمانوں پر ترجیح دی جاتی رہی ہے۔ جس وجہ سے یہودی وزارتوں کے منصب پر فائز ہو کر مذہبی اور معاشی طور پر مضبوط اور مستحکم ہوئے ہیں اور انہوں نے بہت ساری دولت اور زمینیں بنائی ہیں۔

فاطمی دور میں خلیفہ کے بعد وزیر ہی کا مرتبہ تھا۔ سیوطی کا قول ہے:

"خلافت کے بعد وزارت ہی کا منصب ہے"[17]

---

[16] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 355۔

[17] ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 358۔

فاطمی دور میں خلیفہ کے بعد وزیر ہی ہوتا تھا جو مملکت کے نظام سنبھالتا تھا۔ اور پچھلی مباحث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس دور میں غیر مسلم لوگوں خاص طور پر یہودیوں کو وزارت کے اعلیٰ منصب دیئے گئے۔ جن میں مشہور نام ابو الفراج یعقوب بن کلس جو بہت بڑا ماہر مالیات تھا اور نظم و مملکت کا تجربہ رکھتا تھا یہودی تھا۔

اس دور میں وزیروں کے ساتھ ساتھ ان کی اولادوں، ان کے ذاتی مددگاروں اور ان کے تمام تر اخراجات کو سرکاری خزانے سے ادا کیا جاتا تھا۔ اور بڑے بڑے عہدوں اور وزارتوں پر غیر مسلم خاص طور پر یہودی معمور و متمکن تھے۔

فاطمیوں کے عہد میں ایک اور محکمہ جس کا نام "دیوان الانشاءوالمکاتبات" تھا حسب نسب کے اعتبار سے برتر، باوقار، بردبار، سنجیدہ اور متین لوگ اس منصب پر فائز ہونے کے قابل تھے۔ لیکن اس منصب پر صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ یہودی بھی فائز ہوئے ہیں۔ فاطمیوں کے ہاں دین کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ مثلاً فاطمی خلیفہ حافظ لدین اللہ کا کاتب دیوان یہودی تھا۔

ابن مماتی رحمۃ اللہ علیہ[18] (1209ء۔1149ء) نے اس منصب دار کی شرائط تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"ضروری ہے کہ وہ آزاد ہو، مسلمان ہو، عاقل ہو، صادق ہو، ادیب، فقیہ اور عالم ہو۔ احساس ذمہ داری سے بہرہ ور ہو۔ امین اور محرم اسرار ہو۔ ذہین و فطین ہو۔ قوت ارادی مضبوط رکھتا ہو۔ خوش بیان اور خوش فکر ہو۔ شیریں زبان اور بردبار ہو۔ باوقار اور کریم الاخلاق ہو۔ نہ کوئی ہدیہ قبول کرے، نہ کسی سے کوئی ہدیہ لے!"[19]

فاطمیوں کے دور میں تہذیب و تمدن میں ترقی کے علاوہ انسانی حقوق کے احترام کا بڑا چرچہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرح، یہودیوں کو بھی مکمل شہری آزادی حاصل تھی۔ زندگی کے ہر شعبے اور ہر مقام پر پہنچنے کے لیے ہر شخص کے لیے تمام دروازے یکساں طور پر کھلے تھے۔ اور ان کے دور خلافت میں مسلمانوں اور اہل ذمہ (یہودی) میں کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی طرح یہودیوں کو بھی ہر چیز کی آزادی اور مکمل بنیادی شہری ہونے کا اختیار حاصل تھا۔[20] مملکت کے ہر شعبہ میں یہودیوں کو عہدوں اور انعام و کرام سے نوازا جاتا رہا ہے۔ ان سے بہت کم جزیہ لیا جاتا تھا اور ان پر عقد عمر کی شقوں کو لاگو نہیں کیا گیا۔ اور

---

18 ۔ ابن مماتی: اسعد بن مماتی جو ایک مصری اہلکار تھے جنہوں نے صلاح الدین اور اس کے جانشین العزیز عثمان کے ماتحت سرکاری محکموں کے سربراہ کے طور پر خدمات انجام دیں، ساتھ ہی ایک مشہور شاعر اور نامور مصنف بھی تھے۔

19 ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 362۔

20 ۔ عبد الرؤف، **تصویری تاریخ اسلام** (لاہور: فیروز سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، 1995ء)، 119۔

جو ادا نہیں کر سکتے تھے ان کو معاف کر دیا گیا۔ اس دور کی نمایاں خصوصیات میں تھا کہ یہودیوں کو اعلیٰ وزارتوں اور عہدوں پر فائز کیا گیا اور ان کو معاشی اور مذہبی آزادی دی گئی۔

اس دور میں یہودیوں کو اپنی عبادت گاہوں کی تعمیر و مرمت کی مکمل آزادی حاصل رہی ہے اور حتیٰ کہ ان کے مدارس کے لیے معاشی امداد بھی دی جاتی تھی۔ یہودیوں میں رئیس الیہود کی آسامی کے لیے "نجد"[21] کا سرکاری عہدہ تھا۔ پوری ریاست میں یہودی قاضیوں کی تعیناتی بھی نجد ہی کے ذمہ تھی۔ نجد کا عہدہ زیادہ تر ایسے یہودیوں کو دیا جاتا تھا جو فاطمی خلیفہ کے طبیب کے طور پر کام کر چکے ہوتے تھے۔ زیادہ تر فاطمی فرماں رواؤں کے طبیب یہودی تھے جیسا کہ ابن میمون جو اپنی قابلیت کی وجہ سے خلیفہ کے طبیب مقرر ہوئے اور ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کے حصے میں یہ عہدہ آیا۔

فاطمی خلیفہ العزیز اپنے دور خلافت میں یہودیوں کے ساتھ بہت زیادہ رواداری کا برتاؤ کرتا تھا۔ یہودیوں کو اس نے منصب جلیلہ پر فائز کر رکھا تھا۔ اس کی اس رواداری سے فائدہ اٹھا کر یہودی مسلمانوں پر زیادتی کرتے تھے۔ اس کا برتاؤ اتنا زیادہ رواداری کا تھا کہ اس نے یہودیوں کو وزارت اور امارت کے اعلی مناصب پر فائز کیا ہوا تھا۔

بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ فاطمی خلفاء دین کے معاملے میں ظالم وجابر تھے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ ظالم وجابر تھے۔ تو انہوں نے یہودیوں کو اتنے بڑے عہدے اور مناصب کیوں عطاء کیے ہوئے تھے۔ فاطمی خلفاء کے ظلم وجبر کے چند واقعات اگر تاریخ میں ملتے بھی ہیں تو وہ ایک یا دو فاطمی خلفاء کی طرف منسوب ہیں لیکن پوری فاطمی خلافت کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ فاطمی خلفاء دین اور مذہبی آزادی کے معاملے میں نرم رویہ رکھتے تھے۔ اس بات کا اندازہ فاطمی خلیفہ العزیز کے اس نقطہ نظر سے لگایا جا سکتا ہے۔ العزیز کے بارے میں رقم ہے:

"اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے"[22]

اس کے عہد میں ایک شخص نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ اس کے خلاف شورش ہوئی اور اسے سزائے موت دینے کا مطالبہ کیا گیا لیکن العزیز نے اس مطالبے کو نہیں مانا اور اس شخص کو سزا نہیں دی۔ اس واقعہ سے وہ روایات باطل ثابت ہو جاتی ہیں جن کی رو سے العزیز اور دوسرے فاطمی خلفاء پر الزام لگایا گیا ہے کہ وہ یہودیوں کے ساتھ ظلم وجبر کرتے تھے۔

---

21 ۔ نجد: ایک طرح سے ریاست میں بسنے والے تمام یہودیوں کا حاکم ہوتا تھا جو انہیں سزائیں بھی دے سکتا تھا اور پابند سلاسل بھی کر سکتا تھا۔

22 ۔ رئیس احمد جعفری، **تاریخ دولت فاطمیہ**، 144۔

فاطمی خلیفہ الحاکم کے دور میں بھی اہل کتاب (یہودیوں) کو نوازنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ فاطمی دور میں یہودیوں کی معاشی حالت بہتر رہی ہے۔ الحاکم کے بارے میں ہے کہ:

> "اہل کتاب (یہودی) کے ساتھ رواداری پر مائل ہوتا تو انہیں نوازنے میں ضرورت سے زیادہ اعلیٰ ظرفی اور دریادلی کا مظاہرہ کرتا"

نتائج

اس تحریر سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:۔

1) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کے لوگوں کے لیے فاطمی اپنے طریقہ دعوت میں بہت انوکھے دور دل پذیر ثابت ہوئے جس کی وجہ سے وہ ہر دلعزیز ہوئے اور یہی چیز ان کی خلافت کی بنیاد بنی۔

2) فاطمی خلفاء نے یہودیوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا اور انہیں مناصب وامارات سے نوازا۔

3) فاطمی خلفاء مذہبی سختیوں کے قائل نہیں تھے۔

4) فاطمی خلفاء اپنی خلافت کے استحکام کے لیے یہودیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کرتے تھے۔

5) فاطمی مصر میں یہودیوں کی معاشی حالت قابل رشک تھی۔

6) فاطمی خلافت کے دور میں عزت و تکریم اہل سنت کی بہ نسبت غیر مسلموں (یہودیوں) کو زیادہ دی گئی۔